روزنامہ **الفضل** ربوہ

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

فون: ۴۴۹

ایڈیٹر: نسیم سیفی

جلد ۴۱/۷۶ | سوموار ۵ا جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ، ۲۳ فتح ۱۳۷۰ہش، ۲۳ دسمبر ۱۹۹۱ء | نمبر ۲۸۹

Digitized by Khilafat Library Rabwah

زندگی میں توبہ کی توفیق مانگیں

"اگر توبہ ایسے وقت میں ہو جب کہ انسان اپنے آخری وقت کو پہنچ چکا ہو تو ایسی توبہ قبول نہیں ہوا کرتی۔ اس لئے دعا کرنی چاہئیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں مغضوب علیہم کی طرح اُس وقت توبہ کی توفیق نہ بخشے۔ جبکہ توبہ کے دروازے بند ہو چکے ہوں۔ بلکہ زندگی میں توبہ کی توفیق بخشے۔" (ارشاد سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرّابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

احمدی احباب کی تربیت کے لئے

ارشادات حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

"دیکھو کہ کوڑی اور موتی دونو دریا ہی سے نکلتے ہیں۔ پتّھر اور ہیرا بھی ایک ہی پہاڑ سے نکلتا ہے مگر سب کی قیمت الگ الگ ہوتی ہے۔ اسی طرح خدا نے مختلف وجود بنائے ہیں۔ انبیاء کا وجود اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے اور خدا کی محبت سے بھرا ہوا۔ اس کو اپنے جیسا سمجھ لینا اس سے بڑھ کر اور کیا کفر ہو گا۔ بلکہ خدا نے تو وعدہ کیا ہے کہ جو ان سے محبت کرتا ہے وہ انہی میں سے شمار ہو گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک دفعہ فرمایا کہ بہشت میں ایک ایسا مقام عطا ہو گا جس میں صرف میں ہی ہوں گا۔ ایک صحابی رو پڑا کہ حضور مجھے جو آپ سے محبّت ہے مَیں کہاں ہوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ تُو بھی میرے ساتھ ہو گا۔ پس سچّی محبت سے کام نکلتا ہے۔" (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۶۱)

"اصل مدعا بیعت کا یہی ہے کہ توبہ کرو۔ استغفار کرو۔ نمازوں کو درست کر کے پڑھو۔ ناجائز کاموں سے بچو۔ مَیں جماعت کے لئے دُعا کرتا رہتا ہوں مگر جماعت کو بھی چاہئیے کہ وہ خود بھی اپنے آپ کو پاک کرے۔

یاد رکھو غفلت کا گناہ پشیمانی کے گناہ سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ یہ گناہ زہریلا اور قاتل ہوتا ہے۔ توبہ کرنے والا تو ایسا ہی ہوتا ہے کہ گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ جس کو معلوم ہی نہیں کہ مَیں کیا کر رہا ہوں وہ بہت خطرناک حالت میں ہے۔ پس ضرورت ہے کہ غفلت کو چھوڑ دو اور اپنے گناہوں سے توبہ کرو اور خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ جو شخص توبہ کر کے اپنی حالت کو درست کرلے گا وہ دوسروں کے مقابلہ میں بچایا جائے گا۔ بس دُعا اسی کو فائدہ پہنچا سکتی ہے جو خود بھی اپنی اصلاح کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کے ساتھ اپنے سچے تعلق کو قائم کرتا ہے۔" (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۷۲)

اعلان دارالقضاء

(محمد آصف صاحب وغیرہ بابت ترکہ نذیر احمد صاحب)

ورثاء مکرم نذیر احمد صاحب ولد غلام محمد صاحب سکنہ پریم کوٹ ضلع گوجرانوالہ نے درخواست دی ہے کہ موصوف بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں۔ ان کا ایک مکان نمبر ۱۳/۱۴۱ محلہ دارالعلوم شرقی ربوہ میں واقع ہے۔ یہ مکان ان کے بیٹے مکرم محمد آصف صاحب کے نام منتقل کر دیا جائے۔ مندرجہ ذیل ورثاء کو اس سے اتفاق ہے۔

۱: محترمہ مہراں بی بی صاحبہ (بیوہ)
۲: محترم ناصر احمد صاحب (بیٹا)

باقی صہ ۷ پر

دعا کریں کہ آنیوالا سال پہلے سال سے بہت بہتر ثابت ہو

اقتباس از خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع (ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

جماعت احمدیہ کے لئے یہ تبدیلیاں اس قسم کی ہواؤں کا حکم رکھتی ہیں جو خاص سمتوں میں چلائی جا رہی ہیں۔ اگر آپ دوڑنے کی نیت رکھتے ہیں تو دوڑنے کے لئے کمر کسیں اور تیار ہو جائیں کیونکہ اب یہ وقت چلنے کا وقت نہیں رہا بلکہ تیزی کے ساتھ دوڑتے ہوئے آگے بڑھنے کا وقت ہے اور اپنی سابقہ سستیوں کا ازالہ کرنے کا وقت ہے۔ جو کچھ ہم سے غفلتیں ہوئیں ان پر استغفار کا وقت ہے اور خدا کی طرف سے چلنے والی ان ہواؤں سے پورے استفادہ کا وقت ہے۔ بادبانی کشتیاں جس طرح ہواؤں کے رُخ پر بڑھا کرتی ہیں، اسی طرح آپ کی رفتار بھی اسی تیزی سے بڑھنی چاہئیے۔ جس طرح بغیر ہوا کے بادبانی کشتیاں چپو سے چل رہی ہوں اور اچانک ایک پاکیزہ ہوا، عمدہ ہوا جس میں خطرات نہ ہوں بلکہ مبشرات ہوائیں ہوں۔ ایسی ہوا چلنی لگ پڑے اور بادبانی کشتیاں تیزی کے ساتھ اپنی منزل کی طرف آگے بڑھنے لگیں ..... اس کے بعد میں اسی خطبے میں آئندہ سال کی جماعت احمدیہ کو مبارکباد بھی دیتا ہوں۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت کی ترقی کی رفتاروں کے پیمانے بدل چکے ہیں۔ اب یہ بات نہیں رہی کہ پچھلے سال سے اتنے فیصد زیادہ یا اتنے فیصد زیادہ پیمانے تبدیل کئے گئے ہیں۔ اس لئے آپ دعائیں کرتے ہوئے آگے بڑھیں اور اللہ آپ کے ساتھ ہو۔ اللہ حفاظت فرمائے۔ ہماری بلاؤں کو ٹال دے اور بلاؤں کے نتیجے میں خدا تعالیٰ کی طرف سے جو اجر کے وعدے ہیں ان کو ہماری توقعات سے بھی بہت زیادہ پورا کرے۔ جو ہم میں سے دکھی ہیں ان کے دکھ دُور فرمائے۔ جن کے سروں پر خطرات منڈلا رہے ہیں ان خطرات کو دور کر دے۔ ہمارے نقصانوں کو اپنے فضل سے پورا کرے اور ہمارے نفعوں کو بڑھا دے اور ہر پہلو سے جماعت کے لئے دنیا میں بھی اور آخرت کے لحاظ سے بھی یہ آنے والا سال پہلے سال سے بہت بہتر ثابت ہو۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۹ دسمبر ۱۹۸۹ء)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ
الفضل
ربوہ

پبلشر: آغا سیف اللہ۔ پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ
مقام اشاعت: دارالنصر غربی۔ ربوہ

قیمت
ایک روپیہ پچاس پیسے

۲۳ فتح ۱۳۷۰ ہش ۲۳ دسمبر ۱۹۹۱ء

قربانی کا پھیلاؤ

اگر زمانے تین ہیں ۔ اور واقعی تین ہیں ۔ ماضی ۔ حال ۔ مستقبل ۔ تو یقیناً ہمارے کاموں کی نوعیت بھی تین حصوں میں تقسیم کی جاسکتی ہے ۔ وہ کام جو ہو چکے ۔ ان کا ماضی سے تعلق ہے ۔ وہ کام جو ہو رہے ہیں ۔ ان کا حال سے تعلق ہے ۔ اور وہ کام جو ہونے والے ہیں ۔ ان کا مستقبل سے تعلق ہے ۔ یہ تین نوعیتیں تو بالکل واضح ہیں اور ان کی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں لیکن کچھ کام ایسے ہیں جن کا ماضی اور حال سے تعلق ہوتا ہے یعنی ماضی میں شروع کیا اور ختم حال میں ہوا ۔ کچھ کام ایسے بھی ہیں جن کا حال اور مستقبل سے تعلق ہے ۔ یعنی اب شروع کر کے اسے مستقبل تک پھیلانا ہے اور کچھ کام ایسے ہیں جن کا تعلق ماضی سے بھی ہے حال سے بھی ہے اور مستقبل سے بھی ہے ۔ ہماری جماعت کے کام کے متعلق یہی کہا جا سکتا ہے کہ اس کا ماضی سے بھی تعلق ہے ۔ ماضی میں یہ کام شروع ہوا تھا ۔ حال سے بھی تعلق ہے کہ خدا کے فضل سے حال میں بھی جاری ہے ۔ اور مستقبل سے بھی تعلق ہے یعنی مستقبل میں بھی جاری رہے گا ۔ گویا کہ بالفاظ دیگر اس کا کسی ایک نسل سے تعلق نہیں ۔ پہلی نسلوں سے بھی تعلق ہے ۔ آج کی نسل سے بھی تعلق ہے اور آئندہ نسلوں سے بھی تعلق ہے ۔

جس طرح آج سے پہلے بھی اچھے کام کرنے والوں کی ضرورت تھی اور اللہ تعالیٰ نے اچھے کام کرنے والے مہیا فرمائے ۔ اسی طرح آج بھی اچھے کام کرنے والوں کی ضرورت ہے اور وہ بھی اللہ تعالیٰ نے فراہم کر رکھے ہیں یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان اچھے کام کرنے والوں کا جذبہ اور ہمت اچھے نتائج پیدا کر رہا ہے اور جماعت خدا کے فضل سے دن دگنی رات چوگنی ترقی کر رہی ہے ۔ اسی طرح مستقبل میں بھی اللہ نے چاہا تو اچھے کام کرنے والے پیدا ہوں گے ۔

البتہ ایک بات ہمارے کرنے کی ہے اور وہ یہ کہ جس طرح ماضی کے لوگوں نے آج کے لوگوں کی تربیت کی اور اچھا پھل کھایا اسی طرح ہمارا فرض ہے کہ مستقبل کے لوگوں کی اچھی تربیت کریں تاکہ جس طرح کام جاری رہا ہے اور اب بھی جاری ہے اسی طرح مستقبل میں بھی جاری رہے ۔

حضرت امام جماعت الثالث ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ پر اپنی رحمتیں نازل فرماتا رہے ۔ فرماتے ہیں: "جماعت احمدیہ پر جو ذمہ داریاں ڈالی گئی ہیں ان ذمہ داریوں کو جماعت احمدیہ کی صرف ایک نسل پوری طرح ادا نہیں کر سکتی ۔ کیونکہ قربانیوں کا زمانہ اپنے اندر بڑی وسعت اور پھیلاؤ رکھتا ہے ۔ ہمارا تو سوچ کر بھی سر چکرا جاتا ہے کہ کتنے عظیم وعدے ہیں اور کتنے کمزور کندھے ہیں ۔ کتنے وسیع کام ہیں اور کتنے محدود ذرائع ۔۔۔ پس ایک تو ہر احمدی کو ہر وقت یہ دعا کرتے رہنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے جو کام لینا چاہتا ہے اس میں ہم کمزوری نہ دکھائیں اور دوسرے ہم نوجوان نسل کی تربیت کی طرف خاص طور پر توجہ دیں کیونکہ جدوجہد، قربانی اور ایثار کے زمانہ میں بڑا پھیلاؤ ہے ۔

دھوپ بھی میری، چھاؤں بھی میری، میرے باد و باراں
میرے دل کا ہر موسم مرہونِ یادِ یاراں
ماضی کا ہر ایک جھروکہ پھلواری کی صورت
مستقبل کی ہر اک وادی، مثلِ شہر نگاراں

ابوالاقبال ــــــــ

خیمے باقی نہیں، خیموں کی فضا آج بھی ہے
قافلۂ عشق کی آوازِ درا آج بھی ہے

وہ جو اک شخص تھا پیمانِ محبت کا امیں
اب بھی آجائے، مرا در تو کھلا آج بھی ہے

بجھ گیا دل تو، مگر راکھ میں گرمی ہے ابھی
نفسِ سوختہ و سوزِ نوا آج بھی ہے

دور صحرا میں اٹھا تھا کبھی اک امّی لقب
اہلِ دانش میں سند اس کا کہا آج بھی ہے

ایک عرصہ سے گلے میں ہے مرے کفر کا طوق
ہاں مگر لب پہ مرے اس کی ثنا آج بھی ہے

آگ میں پیدا ہیں برداً و سلاماً کی صفات
کیا کہیں کوئی براہیم نما آج بھی ہے

کوئی آواز تو دے، آئے گا اس کو بھی جواب
عرش پر گوش بر آوازِ خدا آج بھی ہے

وہ بھی ہیں، ان کا وہی حسنِ عطا آج بھی ہے
وہی ناہید مرا دستِ دعا آج بھی ہے

عبدالمنان ناہید

حسد بڑا خطرناک مرض ہے، اس سے بچو!

ارشادات حضرت امام جماعت احمدیہ (الاوّل) اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے

یہ حسد بڑا خطرناک مرض ہے اس سے بچو ۔ اللہ تعالیٰ کے علیم و حکیم ہونے پر ایمان ہو تو یہ مرض جاتا رہتا ہے ۔ دیکھو ململ کا کپڑا ہے کوئی اسے سر پر باندھتا ہے ۔ کوئی اس کی قمیص بناتا ہے ۔ کوئی زخموں کیلئے پٹی ۔ سب جگہ وہ کام دیتا ہے اور سبھی جگہ واقعہ میں اس کی ضرورت ہے ۔ اسی طرح اگر انسان سمجھ لے کہ خدا تعالیٰ کے عجائبات قدرت ہے جو کام ہو رہے ہیں وہ بلا ضرورت و حکمت کے نہیں تو معترض کیوں ہو ۔ اگر خدا تعالیٰ نے ایک قوم کو اپنی رحمت خاصہ کے لئے چن لیا ہے تو یہ کیوں جلتے ہیں؟ یہ تو عام قانونِ قدرت ہے کہ آج ایک درخت بغیر پھول اور پھل پتوں کے بالکل سوختنی ہیئت میں کھڑا ہے ۔ اب بہار کا موسم آگیا تو اس میں پتے لگنے شروع ہوئے پھر پھول ۔ پھر پھل ۔ اسی طرح قوموں کی نشوونما ہے ۔ ایک وقت ایک قوم برگزیدہ ہوتی ہے ۔ لیکن جب وہ انعامات کے قابل نہیں رہتی تو خدا تعالیٰ دوسری قوم کو چن لیتا ہے اور وہ پہلی قوم ایسی مٹ جاتی ہے کہ بالکل بھلا دی جاتی ہے یا اس کی حالت تبدیل ہو جاتی ہے ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عبدالباسط شاہد

احمدیہ لنگر خانہ

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے ایک سو سال پہلے بنی نوع انسان کی محبت و ہمدردی میں ایسے لوگوں کو اپنے ساتھ مل کر کام کرنے کی دعوت دی جو دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہوئے اپنے ماحول میں دینی و روحانی انقلاب پیدا کریں۔ اس شمع رخ انور کے گرد پروانے جمع ہونے لگے مگر ایک دنیا دار کے لئے یہ امر ناقابل یقین ہے کہ قادیان جیسے ناقابل ذکر کور دہ میں دور دراز سے مہمان کھنچے چلے آنے لگے۔ حضور نے اپنی ایک بالکل ابتدائی زمانہ کی تصنیف میں اپنے مقصد عظیم کے حصول کے لئے جو لائحہ عمل پانچ شاخوں کی صورت میں پیش فرمایا اس میں سے تیسری شاخ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ . . منجملہ ان شاخوں کے تیسری شاخ اس کارخانہ کی واردین و صادرین . . . اور دیگر اغراض متفرقہ سے آنے والے ہیں جو اس . . . کارخانہ کی خبر پاکر اپنی اپنی نیتوں کی تحریک سے ملاقات کیلئے آتے رہتے ہیں ۔ یہ شاخ بھی برابر نشوونما میں ہے۔"

اس 'شاخ' کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ حضور نے اس ایک شاخ کو باقی چاروں شاخوں سے زیادہ تفصیل و وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔ یہی نہیں بلکہ حضور کے متعدد دوسرے ارشادات سے بھی یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ مہمانوں کی آمد ان کی خدمت و اکرام کو دوسرے امور پر بوجوہ فوقیت دیتے تھے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"سب سے پہلے میں اس بات کا ذکر کرتا ہوں کہ میرے نزدیک (. . .) حکم اور امر کے موافق جو متواتر مجھے بتلایا گیا ہے اس انتظام کا قائم رکھنا ضروری ہے بلکہ سب سے بڑھ کر ضروری ہے کہ مہمانوں کی آمد و رفت بکثرت جاری رہے اور ہمیشہ ایک جماعت (. . .) انصار کی معارف دینی میرے منہ سے سننے کے لئے قادیان میں حاضر رہتی ہے چنانچہ اب تک یہ انتظام قائم رہا۔ خدا تعالیٰ کا احسان ہے کہ باوجودیکہ کوئی احسن انتظام اس لنگر خانہ کے چلانے کے لئے اب تک نہیں تھا مگر کوئی ابتلا پیش نہیں آیا . . ." (مجموعہ اشتہارات)

مہمان نوازی اور خدمت خلق کا جذبہ آپ میں بدرجہ اتم پایا جاتا تھا۔ حضور کی خدمت میں حاضر ہونے والے ہر شخص نے اس امر کو ضرور محسوس کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کسی بھی قدیم رفیق کے حالات پڑھ کر دیکھ لیں اس میں باقی باتیں تو ہر شخص کے ذاتی رجحان و ذوق کے مطابق مختلف ہوں گی مگر یہ امر ضرور بیان ہوا ہوگا کہ حضور مہمانوں کی خبر گیری اور اکرام کا بہت خیال فرماتے تھے۔ ان تمام بیانات کو اس جگہ درج کرنا تو ممکن نہیں ہے تاہم حضور کے بعض ارشادات بطور تبرک و راہنمائی درج ذیل ہیں:۔

"میرا ہمیشہ خیال رہتا ہے کہ کسی مہمان کو تکلیف نہ ہو بلکہ اس کے لئے ہمیشہ تاکید کرتا رہتا ہوں کہ جہاں تک ہو سکے مہمانوں کو آرام دیا جاوے۔ مہمان کا دل مثل آئینہ کے نازک ہوتا ہے اور ذرہ سی ٹھیس لگنے سے ٹوٹ جاتا ہے۔"
(ملفوظات ۔ روحانی خزائن جلد ۵ ص ۴۰۶)

ایک ایسے موقع پر جب مہمان بڑی کثرت سے آئے ہوئے تھے آپ نے مہمانوں کے اکرام کا اہتمام کرنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا۔

"دیکھو بہت سے مہمان آئے ہوئے ہیں ان میں سے بعض کو تم شناخت کرتے ہو اور بعض کو نہیں اس لئے مناسب یہ ہے کہ سب کو واجب الاکرام جان کر تواضع کرو . . . تم پر میرا حسن ظن ہے کہ مہمانوں کو آرام دیتے ہو۔ ان سب کی خوب خدمت کرو۔ اگر کسی کو گھر یا مکان میں سردی ہو تو لکڑی یا کوئلہ کا انتظام کر دو۔"
(ملفوظات روحانی خزائن جلد ۶ ص ۲۲۶)

اس سلسلہ میں آپ کا ارشاد ہے

"لنگر خانہ کے مہتمم کو تاکید کر دی جاوے کہ وہ ہر شخص کی احتیاج کو مدنظر رکھے مگر چونکہ وہ اکیلا آدمی ہے اور کام کی کثرت ہے۔ ممکن ہے کہ اسے خیال نہ رہتا ہو اس لئے کوئی دوسرا شخص اسے یاد دلا دیا کرے کسی کے میلے کپڑے وغیرہ دیکھ کر اس کی تواضع سے دستکش نہ ہونا چاہیئے کیونکہ مہمان تو سب یکساں ہی ہوتے ہیں اور جو نئے ناواقف آدمی ہیں تو یہ ہمارا حق ہے کہ ان کی ہر ایک ضرورت کو مدنظر رکھیں۔ بعض اوقات کسی کو 'بیت الخلاء' کا ہی پتہ نہیں ہوتا تو اسے سخت تکلیف ہوتی ہے اس لئے ضروری ہے کہ مہمانوں کی ضروریات کا بڑا خیال رکھا جاوے میں تو اکثر بیمار رہتا ہوں اس لئے معذور ہوں مگر جن لوگوں کو ایسے کاموں کے لئے قائم مقام کیا ہے یہ ان کا فرض ہے کہ کسی قسم کی شکایت نہ ہونے دیں . . ."
(روحانی خزائن ۲ جلد ۷ ص ۲۲)

حضور مہمانوں کی جملہ ضروریات کا کس فکر مندی اور تعہد سے خیال رکھتے تھے اس کا اندازہ ذیل کے اس ایک فقرہ سے ہو سکتا ہے جو اخبار الحکم نے 'آخری ایام کی ایک بات' کے عنوان سے ریکارڈ کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"بعض اوقات مہمان کو ایک چیز چاہیئے مگر وہ نہیں ملتی تو یہ غم میری روح کو کھا جاتا ہے"

ابتداء میں لنگر خانہ کا کوئی الگ انتظام نہیں تھا۔ حضور ہر اس شخص کو جو قادیان آتا تھا اپنا مہمان سمجھتے تھے اور اس کی جملہ ضروریات رہائش خوراک وغیرہ کا خود خیال فرماتے تھے کھانا حضور کے گھر سے ہی پک کر آتا تھا اور حضور از راہ لطف و کرم مہمانوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے تھے جو تعلیم و تربیت اور اکرام ضیف کا بہترین جلوہ تھا۔ مہمان زیادہ ہونے کی صورت میں گھر پر ہی بعض دوسری مستورات اس سلسلہ میں مدد کر دیا کرتی تھیں۔ متعدد دفعہ یہ صورت بھی پیش آئی کہ مہمان اچانک آگئے۔ کھانا تیار نہیں تھا مگر اس وقت کھانا تیار کروا کے باصرار کھلایا گیا اور ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ حضور نے اپنا کھانا مہمان کو دے دیا اور خود بغیر کچھ کھائے ہی بخوشی وقت گزار دیا۔ مہمان کے لئے اپنا بستر اور چارپائی بھی دے دیا کرتے تھے۔ یہ واقعہ بھی ہماری تاریخ کا حصہ ہے کہ اپنی چارپائی اور بستر بھی باہر بھجوانے کے بعد پتہ چلا کہ کسی اور مہمان کو چارپائی کی ضرورت ہے۔ حضور نے اسی وقت اپنے سامنے چارپائی تیار کروائی اور روشنی کے لئے خود لالٹین تھامے کھڑے رہے۔ ایسے واقعات بھی کئی دفعہ پیش آئے کہ ہمارے برگزیدہ امام رات گئے دودھ کا پیالہ اپنے ہاتھ میں لئے ضرورت مند مہمان کو تلاش کر رہے ہیں۔

آپ کے اس جذبۂ خدمت کی قبولیت کا اس امر سے بھی اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو غیب سے ایک نان دیتے ہوئے کہا گیا کہ یہ تیرے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے۔

حضور زندگی بھر اس خدمت کو نہایت انہماک توجہ اور خوشی سے ادا فرماتے رہے آپ کے خدام میں سے حافظ حامد علی صاحب نجم الدین صاحب اور ملک غلام حسین صاحب کو اس کام میں مدد کرنے کی سعادت حاصل ہوتی رہی۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب بھی خاص مواقع پر سپلائی اور کھانے کی تیاری وغیرہ کی نگرانی فرماتے تھے۔ ان کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ مہمان زیادہ آگئے حضور کی خدمت میں عرض کیا۔ حضور نے فرمایا کہ ہمارے گھر سے کوئی زیور لے کر فروخت کر کے ضرورت پوری کر لیں۔ اس سے بھی ضرورت پوری نہ ہوئی اور مہمان اور آگئے۔ میر صاحب نے حاضر ہو کر عرض کیا تو حضور نے فرمایا کہ ہم نے ظاہری اسباب کے طور پر زیور بیچ کر کام چلانے کی کوشش کی تھی اب جس کے مہمان ہیں وہ خود ہی انتظام کرے گا۔ خدا کی قدرت کہ اس روز ڈاک میں اتنے پیسے مل گئے جو تمام ضروریات کے لئے کافی ہو گئے

ایسے واقعات بھی بکثرت پائے جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تھوڑا کھانا زیادہ مہمانوں کے لئے کافی ہو گیا۔

حضرت مولینا نورالدین (اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے) بھی اپنے عہد میں یہ کام بخوبی چلاتے رہے۔ اس سلسلہ میں غیبی امداد اور توکل کے عجیب و غریب بے شمار واقعات کتب و اخبارات میں موجود ہیں۔

حکیم فضل دین صاحب اس کام میں آپ کی مدد کرتے تھے تا آنکہ اس کام کی اہمیت کے پیش نظر حضرت امام الاول نے سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (فضل عمر) کو اس کام کی سرانجام دہی کے لئے مقرر فرمایا۔

حضرت فضل عمر نے کمال تدبر اولوالعزمی اور حسن سلوک سے اس شعبہ کے کام کو چار چاند لگا دیئے۔ حضرت فضل عمر کے زمانہ میں اور شعبوں کی طرح اس شعبہ کے کام کی طرف بھی خاص توجہ دی گئی اور حضور نے اس خدمت پر حضرت میر محمد اسحاق صاحب کو مقرر فرمایا۔

حضرت میر صاحب ہمہ صفت موصوف عالم باعمل خدا ترس اور غریب پرور بزرگ تھے اور آپ اپنی دوسری اہم خدمات کے ساتھ ساتھ اس کام کے لئے موزوں ترین وجود ثابت ہوئے اس کے بعد بھی یہ مفید ترین اور اہم کام برابر آگے ہی آگے بڑھتا رہا اور آج خدا تعالیٰ کے فضل سے مرکز میں لنگر خانہ کی عظیم عمارات اور حسن انتظام اتنا شاندار اور مثالی ہے کہ احمدیت کی ترقی کا اندازہ کرنے کے لئے یہ شعبہ ایک معیار کی حیثیت اختیار کر گیا ہے اور اس بابرکت لنگر خانے کی شاخیں دنیا بھر میں اپنا سایہ ڈال رہی ہیں۔ جلسہ سالانہ لندن میں شامل ہونے والے خوش قسمت اس لذت سے سرشار ہو کر آتے ہیں جو انہیں وہاں ہمارے پیارے امام کی موجودگی کی وجہ سے روحانی و جسمانی مائدہ کی شکل میں حاصل ہوتی ہے۔

حضرت فضل عمر (اللہ آپ سے ہمیشہ راضی رہے) نے فرمایا:

"برکت تمہیں تبھی حاصل ہوگی جب تم اپنی ساری حیثیتوں کو نمایاں کر کے کام کرو گے جب تمہیں ایک پاکستانی ہونے کی حیثیت سے کام کرنا پڑے تو تم پاکستانی حیثیت کو نمایاں کرو۔ جب تمہیں ایک انسان ہونے کی حیثیت سے کام کرنا پڑے تو تم اپنی انسانیت کو نمایاں کرو۔ مثلاً اگر کوئی چلتے ہوئے گر جاتا ہے تو یہ انسانیت کا حق ہے کہ اسے اٹھایا جائے۔ اس میں خدام کا کیا سوال ہے۔ ایک ہندوستانی پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے۔ ایک پنجابی پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے۔ ایک چینی اور جاپانی پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے۔ ایک سرحدی پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے۔ پس اگر اتفاقی طور پر کوئی شخص ایسا کام کرتا ہے تو یہ خدام الاحمدیہ والی خدمت خلق نہیں کہلا سکتی۔ بلکہ یہ وہ خدمت ہوگی جو ہر انسان پر انسان ہونے کے لحاظ سے عائد ہوتی ہے۔ اگر وہ ان فرائض کو ادا نہیں کرتا تو انسانیت سے بھی گر جاتا ہے۔"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ڈاکٹر نصیر احمد خان

ہسپتال میں تئیس دن

میں فضل عمر ہسپتال کی چھت پر کھلے آسمان کے نیچے لوہے کے پلنگ پر لیٹا ہوا تھا۔ ابا جان (محترم عبدالمجید خاں صاحب) میری بیوی، بہن، چھوٹی خالہ اور ان کے میاں ارد گرد بیٹھے تھے۔ ہسپتال کا کمرہ صاف ہو رہا تھا کیونکہ ابھی ہسپتال میں داخل ہوئے چند منٹ ہی گذرے تھے۔ ہم اسی انتظار میں باہر دھوپ میں وقت گذار رہے تھے کہ میری ہمشیرہ عزیزہ مسعودہ بیگم نے مجھے تسلی دینے کے لئے مسکراتے ہوئے کہا کہ بھائی جان جب تندرست ہو جائیں گے تو اپنی بیماری کے متعلق مضمون ضرور لکھیں گے۔ جنہیں محبت ہوتی ہے وہ مریض کا دل بڑھانے کے لئے اس قسم کے حیلے کیا ہی کرتے ہیں۔ میں مسکرا کر خاموش ہو رہا۔ انکار کرتا ہوں تو مایوسی کا اظہار ہوتا ہے جو گناہ ہے۔ اقرار کرتا ہوں تو اپنی حالت کے پیش نظر زندگی پر بلا وجہ اعتبار کا مرتکب ہوتا ہوں۔ اتنا ضرور ہے کہ مجھے تسلی دینے کا یہ انداز یاد رہا اور بیماری کے دوران اور کئی بار اس کے بعد بھی یہ خیال گذرا کہ خدا نے توفیق دی تو اظہار تشکر کے طور پر کچھ نہ کچھ لکھوں گا ضرور۔

ہسپتال میں پہلا دن

رگ و پے میں جب اترے زہر غم تب دیکھئے کیا ہو
ابھی تو تلخی کام و دہن کی آزمائش ہے

ایمبولنس فضل عمر ہسپتال کے دروازے پر آکر رکی۔ کئی آنکھیں گھورنے لگیں۔ جب کسی ہسپتال میں کوئی ایمبولنس آتی ہے تو وہاں کے کارکن یہ نہیں کہتے کہ کوئی مریض آیا ہے، بلکہ کہا جاتا ہے، نیا کیس آیا ہے۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے۔ جیسے سکول یا کالج میں نام کی بجائے عموماً رول نمبر اور فوج میں رنگروٹ کے نام کی بجائے اس کا نمبر بتا دیا جاتا ہے۔ اور پھر استاد یا افسر کے لئے انسان کی بجائے صرف رول نمبر یا ہندسہ باقی رہ جاتا ہے۔ میرا اپنا پیشہ معلمی ہے اور مجھے نام بہت کم یاد رہتے ہیں۔ خصوصاً جب کلاس بڑی ہو تو رول نمبر ہی سے واسطہ پڑتا ہے۔ اور سالہا سال گزر جانے کے بعد بھی اگر کسی طالب علم سے ملاقات ہو جو عموماً نہایت تپاک اور محبت سے مصافحہ یا معانقہ کے لئے آگے بڑھتا ہے تو زبان پہ اس کا رول نمبر ہی آتا ہے۔ اس وقت مارے شرمندگی کے نام پوچھنے کی جرأت نہیں پڑتی اور اس طرح ساری عمر وہ شخص ایک ہندسہ ہی بنا رہتا ہے۔ ہمارا ہسپتال تو اتنا بڑا نہیں۔ پھر یہاں کا ماحول بہت ہمدردانہ اور برادرانہ ہے۔ اور شہر کی آبادی اور اسی نسبت سے مریضوں کی اجنبیت بھی کم ہے۔ پھر بھی بیسیوں مریض آتے ہیں۔ اس لئے ہر ایک کو جاننا مشکل امر ہے۔ لہذا "نیا کیس" کہنا ہی قرین مصلحت ہے۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ ایمبولنس کے رکنے پر آدمیوں کی تلاش ہوئی جو سٹریچر کو اٹھا کر اوپر کی منزل پر لے جائیں۔ یہاں سیڑھیاں کافی ہیں اور ہر سیڑھی کی بلندی بھی خاصی ہے۔ اور زاویہ بھی خاصا ہے۔ مجھے ٹھیک یاد نہیں مگر غالباً یہ صحیح ہے کہ ڈاکٹر لطیف صاحب نے کہا کہ چار آدمی ہوں جو سٹریچر اٹھائیں۔ اس پر دو آدمی آگے بڑھے۔ یہ ہسپتال کے ملازم نہ تھے بلکہ مزدور تھے جو ان دنوں ہسپتال کی مرمت کا کام کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا "اجی! یہ کونسا بوجھ ہے۔ ہم دو ہی کافی ہیں"۔ چنانچہ انہوں نے آگے بڑھ کر سٹریچر کو یوں اٹھایا جیسے پہلوان مگدر اٹھاتا ہے۔ اور لگے سیڑھیاں چڑھنے۔ ڈھلوان زیادہ ہونے کی وجہ سے سر اور ٹانگوں کی لائن ایسی تھی جیسے کسی مثلث قائمۃ الزاویہ کا وتر۔ مجھے ڈر تھا کہ میں کھسک کر نیچے نہ آ پڑوں۔ مگر جب تک اللہ رکھے، تب تک کون چکھے۔ گھر سے چلتے وقت اور ہسپتال میں داخل ہوتے وقت بچپن کی یاد کی ہوئی دعائیں بہت کام آئیں۔

شاید یہی دعائے مضطر تھی۔ جس کے جواب میں ... انی قریب کی گلبانگ تسلی آخر کار فردوس گوش بنی۔

محل وقوع

خدا جانے یہ کسی منصوبے کے تحت ظہور پذیر ہوا۔ یا محض اتفاق کے نتیجہ میں۔ مگر ہے لطیفہ کی بات۔ کہ فضل عمر ہسپتال اور قبرستان کے درمیان صرف ایک سڑک حائل ہے۔ یہاں لاہور کے میو ہسپتال اور میانی صاحب (قبرستان) والا دشوار گذار راستہ نہیں ہے کہ پہنچنے میں دیر یا دقت ہو۔ سڑک کے ایک طرف آباد دنیا ہے۔ تو دوسری طرف شہر خموشاں شاید یہ اتفاق ہمیں اس حقیقت کا احساس دلاتا ہے۔ کہ زندگی اور موت میں حدِ فاصل ایک پگڈنڈی ہے۔ اور بس۔ چلتے چلتے ایک قدم اس طرف سے اس طرف پڑا۔ اور زندگی کی ہماہمی سے رشتہ ٹوٹا۔ ایک پل صراط اگر اسی دنیا میں ہے۔ تو دوسرا پل صراط اس دنیا میں ہے۔ جو وجود کو عدم سے ملاتا ہے۔ جس کی ایک جست میں ہزاروں کوس کا فاصلہ طے ہو جاتا ہے۔ اور وہ بھی اس طرح کہ

؎ نہ محمل آئی نظر نہ ناقہ فقط کچھ اٹھتا غبار دیکھا۔

ہسپتال کی اوپر کی منزل میں میرے کمرے کے دروازے سے مقبرہ بہشتی کے سفید سفید کتبے یوں نمایاں اور جاندار نظر آتے تھے۔ جیسے کسی جلسہ میں انسانوں کا جم غفیر! اور مجھے اکثر اپنا یہ شعر یاد آتا۔

یہ مجھ سے شہر خموشاں کے لوگ کہتے ہیں
بسیں گے آپ جب اس میں۔ وہ دن بھی دور نہیں

تعجب کی بات یہ ہے کہ زندگی کی یہ تلخ حقیقتیں ہر وقت نظر کے سامنے نہیں رہتیں اور شاید رہنی بھی نہیں چاہئیں۔ ورنہ جینا وبال ہو جائے۔

محل وقوع کا ذکر چل نکلا ہے۔ تو ایک اور بات بھی ذہن میں بیدار ہوئی۔ جو بالبداہت واضح ہے۔ مگر جس کا احساس مجھے ہسپتال میں رہ کر اپنی پوری شدت کے ساتھ ہوا۔ وہ یہ کہ ہسپتال میں صرف مریض ہی نہیں ہوتے۔ بلکہ تیماردار بھی۔ کچھ وہ جو مستقل طور پر مریض کے ساتھ قیام کرتے ہیں۔ اور کچھ وہ جو آتے جاتے رہتے ہیں۔ دن یا رات کا کچھ حصہ ہسپتال میں گذارا پھر گھر چلے گئے۔ اور جہاں انسان ہوں گے۔ وہاں ان کی ضرورت اور احتیاج کے سامان بھی ہوں گے۔ یعنی کھانے پینے کی دکانیں یا دوائیوں اور سائیکلوں کی دکانیں۔ پھلوں کی ریڑھیاں یکے اور تانگے۔ چنانچہ جہاں کہیں آپ ہسپتال دیکھیں گے۔ وہاں پہ سامان اور اہتمام بھی آپ کو نظر آئیں گے۔ البتہ یہ شرف شاید فضل عمر ہسپتال ہی کو حاصل ہے۔ کہ اگر زندگی کے ان لوازمات سے آپ کا رشتہ ٹوٹ چکا ہے۔ تو آپ کی آخری آرامگاہ بھی کچھ زیادہ دور نہیں ہے۔

؎ ذوق اس بحر فنا میں کشتی عمر رواں
جس جگہ پر جا لگی وہ ہی کنارا ہو گیا

سابقوں کی آمد

ہسپتال میں پہلے دن کا سورج ڈھل چکا تھا۔ اس کمرے میں جہاں مجھے زندگی کی ایک کٹھن منزل طے کرنا تھی۔ ہم بادل نخواستہ آباد ہو چکے تھے۔ حضرت بانئ سلسلہ نے پانچ نمازوں اور ان کے اوقات کا جو فلسفہ بیان کیا ہے۔ اس سے احباب آگاہ ہیں۔ اس تشریح کی رو سے ہم پر فرد جرم لگ چکی تھی۔ سزا کا فیصلہ ہونے والا تھا۔ اس ناشاد و ناگوار ماحول میں کسی نے خبر دی۔ کہ حضور عیادت کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔ چنانچہ چند ثانیئے کے بعد حضرت امام جماعت احمدیہ (الثالث) اللہ آپ پر بے شمار رحمتیں نازل کرے مع حضرت بیگم صاحبہ کمرے میں داخل ہوئے۔ بقول حضرت محمود

؎ دیر کے بعد وہ ملے اٹھ کے ملے کسے سکت

میں نے لیٹے لیٹے سلام عرض کیا۔ آپ پاس ہی کرسی پر بیٹھ گئے۔ آپکا حسن عیادت مجھے یاد ہے۔ بیماری کا کچھ ذکر نہ ہوا۔ ادھر ادھر کے چٹکلے۔ میں بولنے لگا۔ آواز بوجہ نقاہت نکلتی نہ تھی۔ آپ نے بے تکلف فرمایا۔ "تسی چپ رہو جی"۔ مجھے پرانی صحبتیں یاد آگئیں۔ اور ایسا محسوس ہوا۔ گویا حضور مجھے اب بھی زندہ ہی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ میں اس وقت نیم مردہ تھا۔ اس احساس سے ایک گونہ تسکین ہوئی۔ آپ کچھ دیر قیام فرما کر واپس تشریف لے گئے۔ بہت سے تیماردار بعد میں بھی آئے۔ اپنے بھی بیگانے بھی۔ مقامی بھی اور ربوہ سے باہر کے بھی اور سبھی اخلاص اور محبت کے لافانی پھول ساتھ لاتے رہے۔ مگر سابقوں کی یہ آمد مجھے ہمیشہ یاد رہے گی۔

ہسپتال کے بعض دلچسپ کردار

گلزار خاکروب: قدرت کی ستم ظریفی دیکھئے ایک پوری قوم نیم براعظم ہندوستان میں ایسی ہے۔ جس کی قسمت میں دوسروں کا گند اٹھانا ہے۔ نسلاً بعد نسلٍ وہ یہ کام کرتے چلے آرہے ہیں اور بظاہر اپنے نصیبے پر شاکر ہیں۔ مجھے یاد ہے بچپن میں ایک مرتبہ خاکروبوں کے ایک واعظ نے مسئلہ سنایا یہ تقسیم ملک سے پہلے کی بات ہے۔ مسئلہ یہ تھا کہ ابتدائے آفرینش میں خالق کائنات جب زمین و آسمان بنا چکا تو اس نے ایک بادام بلندی سے پھینکا۔ چھلکے کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اور مغز الگ جا گرا۔ چھلکے کے ایک حصہ سے ہندو اور چھلکے کے دوسرے حصہ سے مسلمان پیدا ہوئے۔ اور مغز سے بالمیک یعنی چوہڑے۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو چھلکوں نے مغز سے خوب انتقام لیا!!

ہندوؤں نے ہزار ہا سال سے شودروں کے ساتھ جو سلوک کیا۔ وہ ظاہر و باہر ہے۔ اب بیسویں صدی میں گاندھی جی نے کچھ مگرمچھ کے آنسو بہائے۔ ادھر مسلمان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رب العالمین کے بندوں نے اپنے تمام دعووں سمیت ہندوؤں کے تمدن کی خوب خوب نقالی کی اور ذات پات کے بندھنوں میں معاشرے کو جکڑ دیا۔ حضرت فضل عمر نے اس طبقہ کو معاشرے میں انہیں انسانیت کے حقوق دلانے کی تحریک چلائی تھی جس پر کسی حد تک عمل ہوا۔ مگر بعد میں پھر سکوت طاری ہے۔ بہر حال یہ تو عمومی رنگ میں ایک بات تھی۔ جس کردار کا میں ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ فضل عمر ہسپتال کا نوجوان خاکروب گلزار ہے۔ جو اپنی بوڑھی ماں اور بھائیوں کے ساتھ ہسپتال کے کوارٹر ہی میں رہائش پذیر ہے۔ باپ عرصہ ہوا مر چکا ہے۔ ماں نے محنت مزدوری کر کے بچوں کو پروان چڑھایا۔ اب بیٹے جوان ہیں اور ہسپتال میں ملازمت کے سبب اپنے پاؤں پر کھڑے ہو چکے ہیں۔ ماں کی خدمت کر کے خوش ہیں۔ اور اپنے کاروبار سے پوری طرح مطمئن۔ پتلا دبلا۔ پست قامت گلزار یتیم بھی ہے۔ اور غریب بھی۔ مگر عرفِ عام کی غربت کے علاوہ معاشرے نے اُسے وہ غربت بھی ودیعت کر رکھی ہے۔ جسے حسِ لطیف کا فقدان کہا جا سکتا ہے۔ صفائی کے علاوہ مریضوں کے پیشاب وغیرہ لیبارٹری میں لے جا کر ٹسٹ کروانا بھی گلزار کے فرائض میں شامل ہے۔ اس فرض کو وہ نہایت پابندی بلکہ خوشی کے ساتھ ادا کرتا ہے۔ وہ صبح سویرے پیشاب کی بوتل لینے آتا۔ جیسے ہی کراہت کے ساتھ غسل خانہ کی کھڑکی میں رکھ کر ہاتھ صابن سے دھو لیا کرتا تھا۔ دروازہ کھول کر وہ کھڑکی پر نظر ڈالتا اور بوتل اچک کر یہ جا وہ جا۔ بازوؤں کو اس طرح گھماتا اور بوتل یوں لہراتا جیسے بینڈ ماسٹر اپنے عصا کو فضا میں جنبش دیتا ہے۔ اس طرح وہ میری نظروں سے اوجھل ہو جاتا مگر میر القور پیشاب کی بوتل سے اس کی کلیتہً بے خبری کو اب بھی دیکھ سکتا تھا۔ کیونکہ اس کی گنگناہٹ اور قدموں کی چاپ مسلسل سنائی دیتی رہتی۔ اور مجھے یہ سوچنے پر اکثر مجبور کر دیتی کہ گلزار کی اپنے ماحول سے بے نیازی اور اپنے نصیبے پر یہ قناعت اسے اور کسی آفت سے بچائے یا نہ بچائے مگر دل کے مرض سے یقیناً محفوظ رکھے گی۔

ہمدرد بیمار پُرس

تیمارداروں میں ایک نام نامی مکرم میاں غلام محمد صاحب اختر کا ہے۔ وہ کئی مرتبہ بلکہ قریباً روزانہ تشریف لاتے رہے۔ ہمارے ان سے دیرینہ مراسم ہیں۔ میرے ابا جان سے ان کا خاص تعلق محبت ہے۔ اس تعلق کا مرکزی نقطہ حضرت فضل عمر کی ذات والا صفات تھی۔ کیونکہ یہ ہر دو بزرگ آپکے مصاحبانِ خاص میں سے تھے۔ اختر صاحب کو فضل عمر سے وہی نسبت تھی جو محمود سے ایاز کو۔ ابا جان کو بھی حضور کے آخری زمانہ میں رفاقت کا خوب موقعہ ملا۔ اسی وجہ سے اختر صاحب کے ساتھ تعلقات محبت اور بھی زیادہ استوار ہو گئے۔ چنانچہ میری بیماری کے دوران بزرگ موصوف خاص شفقت فرماتے رہے۔ ایک روز تشریف لائے تو میں نے لیٹے رہنے سے اکتاہٹ کا اظہار کیا اور کہا کہ ڈاکٹر صاحب نے ہفتہ تک بیٹھنے کی اجازت دینے کا وعدہ کیا ہے۔ فرمانے لگے۔ ہرگز نہ بیٹھنا۔ اگر ڈاکٹر ایک ماہ کے آرام کا کہیں تو تم دو ماہ آرام کرو۔ اگر وہ ہفتہ کے بعد بیٹھنے کو کہیں تو تم دو ہفتہ تک حرکت نہ کرو۔ احتیاط بہت ضروری ہے۔ دیکھو فلاں مریض کو ڈاکٹروں نے ہسپتال سے فارغ کیا مگر وہ گھر پہنچا دروازہ کھول تو دھڑام سے گر گیا۔ اور ختم ہو گیا پھر انہوں نے مثالیں دینا شروع کیں ان کا اندازِ بیان اور حلقۂ تعارف دونوں غضب کے ہیں۔ فلاں اس طرح مرا اور فلاں اُس طرح۔ یہ پرسوں مرا اور وہ ترسوں۔ غرضیکہ انہوں نے احتیاط کا پہلو اس قدر ذہن نشین کروایا کہ جب وہ عیادت کے بعد تشریف لے گئے تو مجھ میں اٹھنے کی نہ سکت تھی نہ حوصلہ۔ گھر والوں نے پوچھا کیا بات ہے ابھی تو تم بھلے چنگے تھے۔ اب یہ نقاہت کیسی۔ میں نے کہا اونچی بات نہ کرو احتیاط لازم ہے۔ اختر صاحب سب کچھ بتا گئے ہیں۔ اتنے میں ڈاکٹر لطیف صاحب بھی آ گئے۔ میں نے کہا آپ مجھے بیٹھنے کی اجازت دینے والے ہیں؟ پوچھنے لگے کیوں کیا بات ہے۔ میں نے مضمر خدشات سب کھول کر بتا دیئے۔ انہوں نے بہت تسلی دی مگر جان کس کو پیاری نہیں ہوتی میں نے سب سنی ان سنی کر دی۔ اتنے میں میرے چھوٹے چچا عبد الحفیظ خاں صاحب عارضی منزل والے آ گئے۔ ہر گلِ را رنگ و بوئے دیگر است۔ انہوں نے اِدھر اُدھر کے چٹکلے۔ کچھ شکار کے واقعات کچھ اپنی ملازمت کے دلچسپ قصے غرضیکہ طرح طرح کی حکایتیں اور فرضی قصے کہانیاں لطائف و ظرائف اور غیر سنجیدہ باتیں بیان کرنا شروع کیں حتیٰ کہ مجھے موت سے زیادہ مزاح زیادہ قریب اور خوشکن معلوم ہونے لگا۔ اگلے روز اختر صاحب عیادت کے لئے تشریف لائے تو میں نے چھوٹتے ہی کہا کہ آج ڈرانے والی کوئی بات نہ ہو۔ دل میں مجھے حالی کا وہ شعر یاد آیا۔

واعظو! آتشِ دوزخ سے جہاں کو تم نے
یہ ڈرایا ہے کہ خود بن گئے ڈر کی صورت

غنی غریب

تیمارداروں میں ایک غریب محلہ دار کا نام مجھے یاد نہیں۔

وہ ایک دن عیادت کے لئے آئے اور کافی دیر بیٹھے رہے۔ انکی موجودگی میں بہت سے لوگ آئے اور گئے۔ وہ انتظار کرتے رہے اور میں بھی۔ میرے دل میں خیال آیا کہ انکی کچھ مدد کروں گا لوگ جائیں۔ اتفاق کی بات ہے اس صبح اتنے لوگ آئے کہ دوپہر ہو گئی۔ جب سب جا چکے تو میں نے ارادہ کیا کہ اب کسی کو آواز دیتا ہوں کہ مجھے کچھ نقدی دو کہ میں اپنے بزرگ کو پیش کر سکوں۔ یہ خیال ابھی دماغ کے کسی گوشہ ہی میں سرگرداں تھا کہ وہ صاحب اٹھے اور میرے ہاتھ میں ایک روپیہ تھما کر گلوگیر آواز میں کہنے لگے تمہیں خدا کی قسم یہ واپس نہ کرنا۔ میں نے کچھ دیر کے بعد انکی طرف نظر کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ان کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے ہیں۔ میں نے نظریں نیچی کر لیں۔ دوبارہ دیکھا تو وہ جا چکے تھے۔ یہ بزرگ بہت تنگ دست ہیں اور محنت مزدوری کر کے پیٹ پالتے ہیں۔ مگر انسانی ہمدردی اور شفقت علیٰ خلق اللہ نے انکی نظر کو مازاغ البصر اور انکے دل کو غنی کر دیا ہے۔ جس انسانی برتری کا نمونہ انہوں نے اس روز پیش کیا اس سے میری نظریں ہمیشہ نیچی رہیں گی۔

فقیہ و قاضی

ربوہ میں ایک پرانے بزرگ ہیں قادیان میں میرے استاد بھی تھے۔ بہت نیک اور باشرع۔ میری بیماری کا سنا۔ کسی نے بتایا ہسپتال میں ہے۔ ازراہِ شفقت تشریف لائے۔ ہسپتال کا تصور ہمارے ہاں وہی ہے جو شریعت میں عالم برزخ کا یعنی جس طرح برزخ ملک عدم کا پہلا زینہ ہے اسی طرح ہسپتال کو بھی اگلی دنیا کی سیڑھی سمجھا جاتا ہے۔ اور یہ بات کچھ ایسی غلط بھی نہیں ہے۔ اس لئے اکثر اوقات جو شخص بھی ہسپتال میں کسی مریض کی تیمارداری کے لئے جاتا ہے وہ دل میں یہ خیال لے کر جاتا ہے کہ بس آج مرا کل دوسرا دن۔ غالباً انکے دل میں بھی کچھ ایسے ہی خدشات ہونگے۔ وہ اندر کمرے میں تشریف لائے ساتھ ایک اور بزرگ تھے ان سے مخاطب

باقی ص ۸ پر

زراعت میں مشینوں کا استعمال

اللہ رب العالمین نے انسان کو علم حاصل کرنے کی جو صلاحیتیں عطا کر رکھی ہیں۔ انسان نے انہیں بروئے کار لا کر کرۂ ارض کا نقشہ بدل کر رکھ دیا ہے۔ اس انقلاب میں سب سے زیادہ دخل مشینوں کی ایجاد اور ان کے صحیح استعمال کو ہے۔

زراعت میں بھی وہی قومیں پیش پیش ہیں جنہوں نے کھیتی باڑی کے لئے مشینوں کا استعمال جلد شروع کر دیا مشینوں کی استعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے نہ صرف کام جلد مکمل ہو جاتا ہے بلکہ عام طور پر کھیت مزدوروں کی نسبت اس کام پر خرچ بھی کم آتا ہے ہمیں چاہیئے کہ جتنی جلد ممکن ہو ہم بھی مشینی زراعت کو ملک کے اندر رواج دیں۔ تاکہ کام وقت پر مکمل ہو اور پیداوار کی لاگت بھی کم ہو۔ ہمیں یہ احساس ہے کہ ہمارے ہاں بیشتر کاشتکار چھوٹے رقبوں کے مالک ہیں۔ ان کے پاس روزمرہ استعمال ہونے والے زرعی لوازمات کے لئے سرمایہ بھی نہیں ہوتا کجا کہ وہ مہنگی زرعی مشینری خرید سکیں۔ لیکن انسان کوئی کام کرنے کا ارادہ کر لیتے ہیں تو وہ اس کو کر گزرتے ہیں۔ اس کی ایک روشن مثال تو خود ٹریکٹروں اور ٹیوب ویلوں کا بڑھتا ہوا استعمال ہے۔ اسی طرح ویٹ تھریشروں کی مقبولیت بھی اس بات کی تصدیق کرتی ہے۔ تقریباً وہی رویہ ہم دیگر زرعی مشینوں کے وسیع استعمال کے لئے اپنا سکتے ہیں گاؤں میں چند خوشحال لوگ خاص طور پر ٹریکٹروں کے مالک اصحاب پلانٹر ڈرلیں گہرے جانے والے ہل۔ سپرے مشینیں وغیرہ بھی خرید لیں۔ اور جس طرح ٹریکٹر کرایہ پر چلاتے ہیں۔ یہ مشینیں اور ہل وغیرہ بھی کرایہ پر چلائیں تو بہت جلد ہر طرف مشینی زراعت کا دور دورہ ہو جائے گا۔

اس وقت مشینوں کی ضرورت اس لئے بھی بڑھ گئی ہے کہ اب بیشتر رقبہ پر سال میں دو فصلیں کاشت ہونا شروع ہو گئی ہیں۔ گندم ہی کو لیجئے ایک اندازے کے مطابق اب ۴۵ فیصد رقبے پر گندم کی فصل چاول یا کپاس کے بعد آتی ہے ظاہر ہے اگر روٹا ویٹر یا بھاری ہل استعمال کیئے جائیں اور ڈرلوں سے بوائی کی جائے تو یہ کام بااحسن طریق جلد پورا ہو سکتا ہے۔ اس لئے ہم کاشتکار بھائیوں

باقی ص ۷ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کراچی میں شور اور آلودگی کے اسباب

کراچی میں آٹو رکشہ سب سے زیادہ آواز اور آلودگی کا سبب ہے۔ تاہم بسوں میں لگے ٹیپ ریکارڈ کی آواز کو شہر کی بدترین آلودگی قرار دیا جاسکتا ہے۔ ایک سبب ڈرائیور حضرات کی لاپرواہی اور عدم توجہی کو قرار دیتے ہیں۔ اس لاپرواہی کی ایک وجہ بسوں میں ریکارڈنگ ہوتی ہے اور ڈرائیور کی یہ عدم توجہی حادثات کا سبب بنتی ہے۔ اس ضمن میں ریحانہ ایک دلچسپ واقعہ بیان کرتی ہیں کہ ایک منی بس کو ٹریفک کانسٹیبل نے روکا اور اس کا ٹیپ ریکارڈ ضبط کر لیا۔ ڈرائیور نے بڑی منت سماجت کی مگر ٹریفک کانسٹیبل ٹیپ ریکارڈ کے ساتھ دو چار کیسٹیں بھی لے گیا کہ باقی باتیں شام کو ہونگی۔ منی بس پھر چل پڑی، تقریباً پانچ منٹ کے بعد منی بس میں گانے کی آواز نے مسافروں کو حیران کر دیا۔ لوگوں کے پوچھنے پر ڈرائیور نے بتایا کہ ہم کوئی پاگل تھوڑے ہی ہیں اتنے قیمتی ریکارڈر کو ان چوروں کے حوالے کر دیں۔ میں نے پہلے سے انتظام کر لیا تھا۔ ٹیپ تو میں نے کباڑیے سے پانچ روپے میں خریدا ہے۔ ایسے دو اور بھی موجود ہیں جب کہ وہ کیسٹیں بھی بالکل جعلی تھیں۔

ہوا کی آلودگی

ایک تحقیقاتی سروے کے مطابق کراچی میں فضائی آلودگی کی بڑی وجہ ٹرانسپورٹ کا ناقص نظام ہے۔ اس گنجان آباد شہر کی سڑکوں پر آٹھ لاکھ سے زائد گاڑیاں چل رہی ہیں جو بے انتہا دھواں خارج کرتی ہیں۔ ٹریفک کی گاڑیوں سے نکلنے والے دھوئیں میں سلفر ڈائی آکسائیڈ، نائٹروجن، کاربن مونو آکسائیڈ اور دیگر زہریلی گیسوں کے علاوہ سیسہ بھی شامل ہے، جو ہوا میں شامل ہو کر ہمارے جسم میں داخل ہوتا ہے۔ ہوا میں کسی بھی آلودگی کی موجودگی ہوا میں موجود آکسیجن کے تناسب کو گرا دیتی ہے اور ایسی ہوا میں سانس لینے کے باوجود جسم کی آکسیجن کی ضرورت پوری نہیں ہوتی اور انسانی جسم گھٹن محسوس کرتا ہے۔ جبکہ کاربن کے ذرات جسم میں پہنچ کر ریگمال کا کام سرانجام دیتے ہیں خصوصاً نظام تنفس اور پھیپھڑوں کو شدید نقصان پہنچاتے ہیں۔ جب کہ دھوئیں میں موجود سیسے سے سر درد، جوڑوں کے درد، خون کی کمی، اعصابی کمزوری اور پیٹ کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔

دھواں چھوڑتے والی گاڑیاں ہر نزدیک والی چیز پر اثر انداز ہوتی ہیں اور ان کو گندہ کرتی چلی جاتی ہیں۔ انسان کا سانس لینا دوبھر ہو جاتا ہے۔ پودوں کا رنگ پیلا ہو جاتا ہے۔ یا وہ مرجھا کر خشک ہو جاتے ہیں۔

شور، فضائی آلودگی کا ایک اور ذریعہ

پاکستان کے بڑے شہروں مثلاً کراچی اور لاہور میں آبادی کے اضافے کے ساتھ ساتھ گزشتہ چند برسوں میں گاڑیوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے آواز یا شور کی آلودگی روزانہ بڑھتی جا رہی ہے۔ بڑے بڑے شہروں میں جہاں شور بہت ہے لوگ نفسیاتی طور پر اونچا بولنے کے عادی ہیں۔ امریکی رپورٹ کے مطابق بڑے شہروں میں رہنے والوں میں شور کی وجہ سے دل کی بیماریاں، جسمانی بے قاعدگیاں، ذہنی کھینچاؤ اور جذباتی دباؤ عام ہوتا ہے۔ بین الاقوامی معیار کے مطابق شور کی سطح کیا ہے۔ اور کس حد تک شور انسانی کان کے لئے موزوں ہے یا نقصان دہ اس بارے میں ہمیں مکمل معلومات ہونی چاہئیے۔

شور ناپنے والے آلے کو ڈیسی بل کہتے ہیں۔ سب سے مدھم ترین آواز ایک انسانی کان جو محسوس کرتا ہے وہ ایک ڈیسی بل ہے۔ گھر کے اندر عام طور پر گفتگو ۵۵ ڈیسی بل ہوتی ہے۔ جبکہ ۸۵ ڈیسی بل کا شور انسانی جسم کو بے آرام کر دیتا ہے۔ ۹۰ سے ۹۵ ڈیسی بل کا شور انسانی صحت پر برے اثرات مرتب کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص مسلسل آٹھ گھنٹے ۸۵ ڈیسی بل شور میں رہے تو وہ بہرے پن کا شکار ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ شور کے سبب انسان بے خوابی کی بیماری کا شکار ہو سکتا ہے۔ مسلسل شور انسان کے اندر تھکاوٹ اور بیزاری پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔ کراچی میں آٹو رکشہ سب سے زیادہ آواز کی آلودگی کا سبب ہے۔ تاہم اس کا شور منی بس میں گونجنے والے ان اسپیکروں سے کم ہے جو مختلف بسوں یا منی بسوں میں مسافروں خصوصاً خواتین کے عین سروں کے اوپر لگے ہوتے ہیں۔ اس صورت میں ہم رکشہ کے بجائے منی بس میں ہونے والی ریکارڈنگ کو بدترین آلودگی کہہ سکتے ہیں۔

کراچی میں حادثات

کراچی میں ہر سال تقریباً ۲ ہزار حادثات ہوتے ہیں۔ ہر چودہ گھنٹے بعد ایک شخص ہلاک اور چار گھنٹے بعد ایک شخص زخمی ہوتا ہے جب کہ ہر روز ایک پیدل چلنے والا ٹریفک حادثات میں ہلاک ہو جاتا ہے۔ کے ڈی اے ٹریفک انجینئرنگ بیورو کے تحقیقاتی سروے کے مطابق کراچی میں ہونے والے حادثات میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اور ان حادثات میں ہلاک و زخمی ہونے والوں کی عمریں چھبیس تا تیس سال ہیں۔ موٹر سائیکل اور اسکوٹر کو سب سے خطرناک بلکہ جان لیوا سواری قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس لئے کہ موٹر سائیکل اور اسکوٹر سوار زیادہ تر حادثات کا شکار ہوتے ہیں۔

ہفتہ مہم اور شہری

ٹریفک کی ہفتہ مہم کے آغاز کے ساتھ ہی شہریوں کو مزید پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ٹرانسپورٹ کے کرتا دھرتا اپنی من مانی کرتے ہیں۔ زیادہ ترش ڈرائیونگ کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ جبکہ ٹریفک پولیس، عوام اور ڈرائیور حضرات مطلوبہ بس سٹاپ پر گاڑیاں کھڑی کرنے کی تگ و دو میں مصروف نظر آتے ہیں۔ حالیہ ہفتہ ٹریفک میں دھواں چھوڑنے والی گاڑیوں کے خلاف کارروائی کے باوجود ایسی گاڑیوں کی اکثریت تھی جو مستقل دھواں چھوڑ کر ماحول کو مزید آلودہ بنا رہی تھیں۔ سب سے اہم بات یہ کہ صوبائی اعلان کے باوجود کے ٹی سی کی دھواں اگلتی بسیں آزادانہ چلائی گئیں اور ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں تھا۔ صوبائی محکمہ ٹرانسپورٹ نے ٹریفک پولیس اور انتظامیہ کے تعاون سے اسی مہم کا آغاز کیا۔ مگر ٹریفک پولیس نے اس مہم کی کامیابی کے لئے کسی قسم کی سرگرمی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ کیونکہ ان کے اپنے [illegible] پر چلنے والی گاڑیاں کی فٹنس مشکوک ہے۔

چلتی پھرتی تحریریں

اکثر بسوں اور منی بسوں میں ایسی تحریریں پڑھنے کو ملتی ہیں، جو بقول شخصے انسان کے علم و ادب میں اضافہ کرتی ہیں۔ ایسی تحریروں کو ہم اپنے معاشرت اور ثقافت کا ایک حصہ قرار دے سکتے ہیں۔ مثلاً ماں کی دعا جنت کی ہوا، صبح سفر، شام سفر، زندگی کا انجام سفر، چلنے والے کا منہ کالا، جس نے ماں کو ستایا، اس نے رکشہ ہی چلایا۔ وغیرہ وغیرہ۔ امریکہ کی ایک ٹرانسپورٹ اتھارٹی نے ۶۵ ہزار ڈالر کا بجٹ بسوں پر رومانی اشعار لکھانے کے لئے منظور کیا ہے۔ اس کی توجیہہ یوں پیش کی گئی چونکہ بیشتر کارکن دفاتر اور کارخانوں میں کام کر کے تھک جاتے ہیں اور گھر پہنچتے پہنچتے بیوی بچوں سے لڑنا شروع کر دیتے ہیں چنانچہ ایسے گھریلو تنازعات سے نجات دلانے کی خاطر کارپوریشن اپنی ہر بس میں ایسے اشعار لکھوائے گی جس سے مسافر کا مزاج ٹھنڈا ہو۔ اور وہ خوشگوار موڈ میں گھر پہنچ سکے۔ ہو سکتا ہے کہ امریکہ نے محض عوام کی دل بستگی کی خاطر یہ سامان کیا ہو لیکن معتبر ذرائع کے مطابق ہمارے ہاں بعض ایسی مخصوص تحریریں ہیں جن کو دیکھ کر ٹریفک پولیس ان گاڑیوں کا چالان کرنا تو درکنار انہیں روکتی تک نہیں، کہ یہ تحریریں پیغام رسانی کا کام دیتی ہیں۔۔۔۔ شہر میں ٹریفک کے بڑھتے ہوئے اژدہام کے سبب ان کی کارکردگی میں بھی نمایاں فرق آیا ہے۔ خصوصاً حادثات کی صورت میں نہ صرف قیمتی جانوں کا اتلاف ہوتا ہے بلکہ ان حادثات میں معصوم جانوں کے زیاں پر بعض افراد متعلقہ بسوں کو نذر آتش کر کے اور سرکاری املاک کو نقصان پہنچا کر اپنے فوری ردعمل کا اظہار کرتے ہیں۔ بعض صورتوں میں ڈرائیور کو زدوکوب کرنے اور دوسرے ٹریفک پر پتھراؤ کرنے کے واقعات بھی مشاہدے میں آتے ہیں۔ شہر میں بڑھتے ہوئے حادثات پر عوام کا یہ ردِعمل بے سبب نہیں کیونکہ محض چند غیر ذمہ دار افراد کی نااہلی اور لاپرواہی کی سزا بے گناہ اور معصوم لوگ بھگتتے ہیں۔

ایک صحافی کی رائے یہ ہے کہ کراچی اور آر ٹی اے سے ٹریفک کی تمام ذمہ داریاں واپس لے کر ایک نئے ادارے کراچی ٹریفک اتھارٹی کو دی جائیں۔ جو پورے شہر کے لئے آبادیوں سمیت ٹریفک کا ایک پورا جامع نظام وجود میں لائے اور اسے بدلتے ہوئے تقاضوں کے مطابق برقرار رکھے۔ یہ ادارہ بلدیہ کو جوابدہ ہو اور اس کی ذمہ داریاں یہ ہوں:۔

باقی ص۷ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وصایا

ضروری نوٹ: مندرجہ ذیل وصایا مجلس کارپرداز کی منظوری سے قبل اس لئے شائع کی جارہی ہیں کہ اگر کسی شخص کو ان وصایا میں سے کسی کے متعلق یا کسی جہت سے کوئی اعتراض ہو تو دفتر بہشتی مقبرہ کو پندرہ یوم کے اندر اندر تحریری طور پر ضرور معہ تفصیل سے آگاہ فرمائیں۔

سیکرٹری
مجلس کارپرداز۔ ربوہ

مسل نمبر ۲۸۲۷۲ میں فضل دین ولد چوہدری کریم محمد صاحب قوم جٹ پیشہ زراعت عمر ۷۵ سال بیعت ۱۹۴۰ء ساکن شریف آباد ضلع تھرپارکر بقائمی ہوش و حواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱۹-۷-۹۱ میں وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی اس وقت میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کر دی گئی ہے۔ (۱) بھینس مالیتی -/۱۰۰۰۰ روپے۔ (۲) کچا مکان برقبہ ۵ مرلہ مالیتی -/۵۰۰۰ روپے۔ (۳) ۱۶ ایکڑ زرعی زمین واقع شریف آباد مالیتی -/۱۰۰۰۰۰ روپے۔ اس وقت مجھے مبلغ -/۱۰۰ روپے ماہوار بصورت پسران مل رہے ہیں اور مبلغ -/۴۰۰۰ روپے سالانہ آمد از جائیداد بالا ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل صدر انجمن احمدیہ کرتا رہوں گا۔ اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتا رہوں گا۔ اور اس پر بھی وصیت حاوی ہوگی۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ اپنی جائیداد کی آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کو ادا کرتا رہوں گا۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ العبد۔ چوہدری فضل دین ساکن شریف آباد 5.P نبی سر روڈ ضلع تھرپارکر۔ گواہ شد نمبر ۱۔ صوفی بشیر احمد سیکرٹری مال شریف آباد۔ گواہ شد نمبر ۲۔ چوہدری اللہ رکھا شاہد امور عامہ شریف آباد ضلع تھرپارکر۔

مسل نمبر ۲۸۲۷۳ میں صوفیہ رعنا بنت عبدالعزیز خان قوم پٹھان پیشہ تعلیم عمر ۱۸½ سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن رسول نگر شاہدرہ لاہور۔ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر اکراہ آج بتاریخ ۲۷-۵-۹۱ میں وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی اس وقت میری جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کوئی نہیں ہے۔ اس وقت مجھے مبلغ -/۵۰ روپے ماہوار بصورت جیب خرچ مل رہے ہیں۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل صدر انجمن احمدیہ کرتی رہوں گی اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتی رہوں گی۔ اور اس پر بھی وصیت حاوی ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ الامۃ۔ صوفیہ رعنا بیت الصدق رسول نگر وندالہ روڈ شاہدرہ لاہور۔ گواہ شد نمبر ۱۔ احمد عرفان وصیت نمبر ۲۵۶۹۰۔ گواہ شد نمبر ۲۔ عبدالعزیز خان والد موصیہ۔

مسل نمبر ۲۸۲۷۴ میں رافعیہ رعنا بنت عبدالعزیز خان قوم پٹھان پیشہ تعلیم عمر ۱۷ سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن شاہدرہ لاہور۔ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۷-۵-۹۱ میں وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی اس وقت میری جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کوئی نہیں ہے۔ اس وقت مجھے مبلغ -/۵۰ روپے ماہوار بصورت جیب خرچ مل رہے ہیں۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل صدر انجمن احمدیہ کرتی رہوں گی اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتی رہوں گی۔ اور اس پر بھی وصیت حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے الامۃ۔ رافعیہ رعنا بنت عبدالعزیز بیت الصدق وندالہ روڈ شاہدرہ لاہور۔ گواہ شد نمبر ۱۔ احمد عرفان مربی سلسلہ وصیت نمبر ۲۵۶۹۰۔ گواہ شد نمبر ۲۔ عبدالعزیز خان والد موصیہ۔

بقیہ: صفحہ ۶ سے آگے

۱۔ پورے شہر میں ٹریفک کا کنٹرول۔
۲۔ گاڑیوں کی رجسٹریشن۔
۳۔ ڈرائیونگ لائسنس کا اجراء۔
۴۔ ٹریفک کے قوانین کی خلاف ورزی کرنے والوں کا چالان۔
۵۔ جرمانے کی وصولی۔
۶۔ ٹریفک قوانین کی تعلیم اور پرچار۔
۷۔ کراچی میں پولیس اور عدلیہ سے تعاون
۸۔ پارکنگ کے نظام کا نفاذ۔

تاہم کراچی کے ٹرانسپورٹ کا واحد حل ماس ٹرانزٹ پروگرام کو قرار دیا جارہا ہے حکومتی سطح پر اس پروگرام پر عمل درآمد کرنے پر زور دیا جارہا ہے۔ "اس پروجیکٹ کے ڈائریکٹر ڈاکٹر طاہر سومرو کے مطابق شہر میں گاڑیوں کی تعداد میں بڑی تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ ماس ٹرانزٹ اسٹیڈی میں بسوں کے لئے علیحدہ مخصوص حصے کی فراہمی، لائٹ ریل سسٹم اور زیر زمین و بالائی سطح پر چلنے والی ٹرانسپورٹ کی فراہمی شامل ہے۔ اس کے علاوہ شہر میں بڑی اور ڈبل ڈیکر بسوں کی بابت بھی غور کیا جارہا ہے"۔

ملک کے ہر صوبے میں نجی یا پرائیویٹ ٹرانسپورٹروں کا عمل دخل بہت زیادہ ہے۔ اس لئے اس عمل دخل کی زیادتی کو روکا جائے اور سرکاری اور نجی شعبے میں توازن پیدا کیا جائے تاکہ نجی شعبہ کی اجارہ داری کا خاتمہ ہو سکے۔ حکومت نجی شعبہ کی اصلاح کے لئے فری ٹرانسپورٹ پالیسی کو زیادہ مؤثر بنائے تاکہ ان روٹس پر جہاں مسافروں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ نجی شعبہ کے مالکان اپنی گاڑیاں رضاکارانہ طور پر چلائیں۔ اس کے علاوہ سرکاری بسوں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے چھ سات سال پرانی قابل مرمت بسوں کی مرمت کا انتظام کرتے سے مطلوبہ نتائج حاصل ہو سکتے ہیں۔

پاکستان میں ٹریفک قوانین کو جس بری طرح سے پامال کیا جارہا ہے اس کی وضاحت کی چنداں ضرورت نہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ٹریفک قوانین کی سختی سے پابندی کی جائے۔ ایسے لوگوں کا محاسبہ کرنے کے ساتھ ساتھ ان سفاک ڈرائیوروں کو سخت ترین سزا دی جائے۔ جن کی ذرا سی غفلت یا لاپرواہی گھر کے چراغ کو گل کر دیتی ہے۔ کراچی میں اس وقت بسوں اور منی بسوں اور رکشہ ٹیکسی کے علاوہ لوکل ٹرینیں بھی موجود ہیں۔ چنانچہ اندرون شہر لوکل ٹرینوں کی آمد و رفت کے نظام کو بہتر بنایا جائے۔ اس کے علاوہ ڈرائیونگ لائسنس کے سلسلے میں صرف انہی افراد کو لائسنس جاری کیا جائے جنہوں نے واقعی ڈرائیونگ کا امتحان پاس کیا ہو۔ ڈرائیور کو ٹریفک کے قوانین سے مکمل آگاہی ہو۔ حکومت ٹریفک کے حوالے سے قوانین میں رد و بدل کرکے اور ٹریفک حادثات میں ملوث افراد خواہ وہ کتنے ہی بااثر کیوں نہ ہوں۔ ان کو سخت سزا دی جائے۔

شہر میں کار پارکنگ اہم مسئلہ ہے ----- دوہری تہری پارکنگ کے خاتمے کے لئے اگر پارکنگ فیس مقرر کی جائے تو اس مسئلہ پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر حکومت اوور ہیڈ برج کے بجائے فلائی اوور بنائے تو ٹریفک کے نظام میں بہتری کے امکانات کو رد نہیں کیا جا سکتا۔

(ماہنامہ اپنا گھر کراچی)

بقیہ: صفحہ ۱ سے آگے

۳: محمد آصف صاحب (")
۴: گلزار احمد صاحب (")
۵: لیاقت علی صاحب (")
۶: محترمہ رسولاں بی بی صاحبہ (بیٹی)
۷: مقبولاں بی بی صاحبہ (")

بذریعہ اخبار اعلان کیا جاتا ہے کہ اگر کسی وارث یا غیر وارث کو اس انتقال پر اعتراض ہو تو تیس (۳۰) دن کے اندر دارالقضاء میں اطلاع دیں۔

(ناظم دارالقضاء ربوہ)

بقیہ: صفحہ ۵ سے آگے

پر زور دیں گے کہ وہ جہاں تک ممکن ہو کھیتی باڑی میں مشینوں کا استعمال بڑھائیں تاکہ پیداوار زیادہ ہو اور پیداوار کی لاگت میں کمی آئے۔

(اداریہ زراعت نامہ ۱۵ نومبر ۱۹۹۱ء)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خبریں

ملکی خبریں

○ وزیراعظم پاکستان نے کہا ہے کہ دنیا بھر میں بالخصوص روس اور مشرقی یورپ میں رونما ہونے والی تبدیلیوں سے عالمی امن اور تحفظ و سلامتی کی نئی امیدوں اور مواقع نے جنم لیا ہے جنوبی ایشیا سمیت تمام ترقی پذیر ممالک کو ان تبدیلیوں سے فائدہ اٹھا کر اپنے عوام کی حالت زار بہتر بنانے کی ٹھوس اور سنجیدہ کوشش کرنی چاہیئے ۔ عوام کو دائمی غربت، جہالت ناقص خوراک اور دوسری پریشانیوں سے نجات دلانے کے لئے امن و استحکام ضروری ہے انہوں نے کہا تمام متنازعات انصاف اور فیئر پلے کی بنیاد پر طے کرنا ہوں گے ۔

○ پاکستان جمہوری پارٹی کے رہنما نوابزادہ نصر اللہ خان نے اسلام آباد سے واپس آ کر اپوزیشن رہنماؤں سے مذاکرات شروع کر دیے ہیں ۔ لاہور میں ان کی اقامت گاہ سیاسی سرگرمیوں کا مرکز بن گئی ہے ۔ پی ڈی اے ۔ جمیعت علمائے اسلام جمیعت علمائے پاکستان ۔ اور پاکستان پیپلز پارٹی کے رہنماؤں نے ان سے ملاقاتیں کیں ۔ ان کے علاوہ مولانا فضل الرحمٰن مولانا محمد یوسف ، جنرل اظہر ، جنرل انصاری ، محمد خان لغاری ، خواجہ طارق رحیم ، احسان الحق پراچہ ، ملک حاکمین نے بھی ان سے ملاقاتیں کیں ۔ سابق سپیکر قومی اسمبلی معراج خالد نے لندن سے ٹیلیفون پر ان سے رابطہ کیا ۔

○ حزب اختلاف کی لیڈر محترمہ بے نظیر بھٹو نے کہا ہے کہ غیر ملکی طاقت کی طرف سے صدر کی مخالفت محض ایک پراپیگنڈا ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں اسحاق خان ۱۴ سال سے غیر ملکی طاقتوں کے منظور نظر رہے ہیں ۔ ایٹمی پروگرام آگے بڑھانے میں ان کا کردار منفی قسم کا رہا ہے ۔ صدر اسحاق نے غیر ملکی طاقتوں کو ایٹمی پروگرام کے متعلق اطلاع دے کر بھٹو حکومت کو عدم استحکام کا شکار کیا ۔ انہوں نے کہا کہ مستحکم پاکستان قائم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ صدر استعفیٰ دیں اور اتفاق رائے کی حکومت قائم کی جائے ۔

○ توہین رسالت پر سزائے موت تجویز کی گئی ہے ۔ سینٹ کی سٹینڈنگ کمیٹی نے ضابطہ فوجداری کے ترمیمی بل کی منظوری دے دی ہے ۔

○ سندھ کے وزیراعلیٰ جام صادق نے ایوان صدر میں صدر غلام اسحٰق سے طویل ملاقات کی جس میں سندھ کی صورتحال اور فرحانہ کیس کے متعلق بات چیت ہوئی

○ بلوچستان کے گورنر نے صدر غلام اسحٰق سے بات چیت کے دوران صوبے میں امن وامان کی صورت حال اور بعض دوسرے معاملات پر تبادلہ خیال کیا

○ گوٹھ چوہدری طفیل محمد چوہان ضلع خیرپور کے نعمت علی کی بائیس افراد پر مشتمل بارات کو محراب پور کے قریب ڈاکوؤں نے گھیر لیا ۔ لیکن انہوں نے بہادری سے انہی ڈاکوؤں کا اسلحہ چھین کر تین ڈاکوؤں کو ہلاک کر دیا ۔ اس بہادری پر ان کو دو کلاشنکوفیں تھری ناٹ تھری بندوقیں اور لاکھوں روپے انعام ملا

○ انتخابات کے دوران امن وامان کے لئے جھنگ میں فوج نے گشت شروع کر دی ہے ۔ ڈپٹی کمشنر نے کہا ہے کہ بلدیاتی انتخابات کے التواء کی کوئی تجویز نہیں

○ ممتاز سماجی شخصیت مولانا عبدالستار ایدھی نے بی بی سی کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے کہ مجھے ۵۰۰ مراکز قائم کرنے کے لئے ایک ارب روپے کی ضرورت ہے ان کے علاوہ میں ۱۷ ہسپتال اور ۱۷ میٹرنٹی ہوم بھی قائم کرنا چاہتا ہوں ۔ انہوں نے کہا کہ میں بھارت ، بنگلہ دیش ، برطانیہ ، کینیڈا اور سوڈان میں بھی تنظیمیں قائم کروں گا ۔

○ وزارت اطلاعات و نشریات نے سوئٹزرلینڈ کی ایک فرم کو ٹیلی ویژن کا تیسرا چینل قائم کرنے کی اجازت دے دی ہے ۔ یہ چینل کھیلوں کا چینل ہوگا ۔

○ سابق وزیراعظم مسز بے نظیر بھٹو نے کہا ہے کہ ملک میں اس وقت سخت بحرانی صورت حال ہے ۔ صدر جمہوریت کے دشمن ہیں ۔ وہ کسی سمجھوتے پر عمل درآمد نہیں ہونے دیتے ہم سیاسی لوگ ہیں ۔ مذاکرات کے دروازے کھلے رکھتے ہیں ۔ انہوں نے کہا وینا میری سہیلی ہے ۔ اس کا آصف زرداری سے کوئی تعلق نہیں ۔

○ پاکستان کے سابق چیف جسٹس کارنیلیس ہفتہ کے روز انتقال کر گئے ۔ کیتھیڈرل چرچ لارنس روڈ میں ان کی آخری رسوم ادا کی گئیں

غیر ملکی خبریں

○ قازقستان کے دارالحکومت میں گیارہ سوویت جمہوریاؤں کے سربراہوں کا اجلاس ہوا جس میں ایک معاہدے پر دستخط کیے گئے جس کے تحت سوویت یونین کو ختم کر دیا گیا ۔ ایٹمی ہتھیاروں کے بارے میں سمجھوتہ کو مؤخر کر دیا گیا اسی طرح صدر میخائل گورباچوف کے مستقبل کے بارہ میں بھی کوئی فیصلہ نہ ہو سکا ۔

○ برطانیہ کے وزیر خارجہ ڈگلس ہرڈ نے کہا ہے بھارت مسئلہ کشمیر کو زیادہ دیر تک نہیں دبا سکتا ۔ انہوں نے کہا کہ وہ اس مسئلہ پر مصالحت کرانے کے لئے تیار ہیں ۔

○ بھارت کی حکومت نے کہا ہے کہ وہ انسانی حقوق کی کسی تنظیم کو کشمیر نہیں آنے دے گی ۔

○ بھارتی فوج کے مظالم کے خلاف مقبوضہ کشمیر میں مکمل ہڑتال رہی ۔ تازہ جھڑپوں میں درجنوں فوجی ہلاک اور زخمی ہو گئے ۔ متعدد مجاہدین بھی شہید ہوئے ۔ مختلف مقامات پر احتجاجی جلوس نکالے گئے

○ نئی دہلی میں سوویت سفارتخانے پر لہرانے والا سوویت پرچم اتار دیا گیا ہے اور اب وہاں روس کا ترنگا لہرا رہا ہے ۔

بقیہ: صفحہ ۵ سے آگے

ہو کر کہنے لگے ہاتھ اور بازو تو بالکل تندرستوں والے ہیں !! میں دل میں شرمندہ ہوا کہ میں نے ایک بزرگ استاد کو مایوس کیا !!

کیا آپ کے بچے صحت مند ہیں؟

اپنے پھول سے بچوں کی صحت اور نشوونما کا خاص خیال رکھیں ۔ اگر کسی قسم کی کمزوری ہو تو مندرجہ ذیل ادویات سے انتخاب کریں :-

BABY TONIC	۱۰/-	۱ ۔ بے بی ٹانک (دودھ پیتے بچوں کیلئے)
BABY GROWITH COURSE	۳۰/-	۲ ۔ بے بی گروتھ کورس (۱۰ سال تک کے بچوں کیلئے)
BODY BUILDING COURSE	۱۰۰/-	۳ ۔ کمزوری جسم کورس (نوجوانوں کیلئے)
DWARFISHNESS COURSE	۱۰۰/-	۴ ۔ چھوٹا قد کورس (۵ سال سے ۲۰ سال تک کی عمر کیلئے)
BED URINE COURSE	۳۵/-	۵ ۔ بول بستری کورس
MITI CHOUR COURSE	۲۰/-	۶ ۔ مٹی چھوڑ کورس
MARASMAS COURSE	۵۰/-	۷ ۔ سوکھا پن کورس (بچوں کا)
SLOWDENTITION CURE	۲۰/-	۸ ۔ آہستہ دانت نکالنا کیور
IRREGULAR TEETH CURE	۲۰/-	۹ ۔ بے ترتیب دانت کیور

• ڈاکٹرز اور سٹاکسٹس کیلئے معقول کمیشن • تین صد یا زائد کے آرڈر پر ڈاک خرچ بذمہ کمپنی • مندرجہ ذیل سٹاکسٹس سے خرید فرمائیں یا براہ راست بذریعہ ڈاک ہم سے منگوائیں

• لاہور: کیورٹیو سٹورز اچھرہ شاپنگ سنٹر اچھرہ • فیصل آباد: کریم میڈیکل ہال گول امین پور بازار • راولپنڈی: شبیر میڈیکوز بالمقابل کنٹونمنٹ ہسپتال صدر • پشاور: ہومیو میڈیکل سنٹر نزد ڈاکخانہ سکندرپورہ پشاور شہر • کوئٹہ: ہومیوپیتھک ڈاکٹر بشارت احمد دوکان ۲۴ خوجک روڈ پشین اڈہ • ملتان: ہومیو ڈاکٹر الطاف حسین ملک صدر بازار • کراچی: صدر میڈیکل سٹور بالمقابل ایمپریس مارکیٹ صدر کراچی • حیدر آباد: ابن سینا میڈیکل سٹور گاڑی کھاتہ • سیالکوٹ: ڈان ڈرگ ہاؤس ریلوے روڈ • گوجرانوالہ: کیورٹیو میڈیسن سروسز گلی حاجی عبدالعزیز باغبانپورہ

کیورٹیو میڈیسن کمپنی رجسٹرڈ ربوہ (ڈاکٹر راجہ ہومیو)
فون ۷۷۱ ، ۶۰۶

خارش ہر قسم گرمی ۔ گیس اور کمزوری کا خاتمہ
عزیز دواخانہ رجسٹرڈ چک چٹھہ
نزد حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ
مرگی ۔ مالیخولیا ۔ بواسیر ۔ اٹھرا اور لیکوریا کا مکمل علاج

پتہ